محسنِ ملت۔ محسنِ پاکستان

ڈاکٹر گلشن طارق

Dr. Gulshan Tariq

Dean of Languages,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Muslims were in great difficulty after the war of Independence in 1857. Muslims were upset as there was no Muslim leader at that time. At this hour of need Sir Syed Ahmad Khan and his companions took the command and lead Muslims. Through his poetry, Allama Iqbal rendered great services in favour of Muslims. He also proposed for the separate homeland in 1930, Illahbad Convention. In his historical letters to Muhammad Ali Jinnah, he suggested him to lead Muslims. Muhammad Ali Jinnah was a man of vivid Ideology and bravery. He led Muslim League, the only party which represented Muslims in the Independence Movement,and through his great efforts Pakistan appeared on the world map on 14th August 1947.

مسلمان قوم پر علامہ اقبال کے بہت سے احسانات ہیں۔اس وقت جب مسلمان قوم کی کشتی سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھی اس وقت انھوں نے اپنی شاعری اور اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کی ڈولتی ہوئی کشتی کو سہارا دیا۔اس نازک وقت میں سیاست میں مسلمانوں کے ہاں کوئی ایسی قیادت نہ تھی جو ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی۔ چند ایک اکابرین تھے جو مسلمانوں کو صحیح مشورہ دے رہے تھے۔ ملّاں تو رہنمائی کرنے کی بجائے اور حالات کی نزاکت کو سمجھنے کی بجائے اپنے گھسے پٹے اصولوں کو لیے چل رہے تھے۔مسلمان جو معاشی ، سیاسی اور سماجی طور پر مشکلات میں گھرے ہوئے تھے ان کی رہنمائی کرنے سے قاصر تھے۔اقبال نے جب وہ یورپ میں مقیم تھے اس وقت مسلمانوں کی تاریخ کا گہرا

مطالعہ کیا اور ماضی اور حال کے مسلمانوں کی حالت کا موازنہ کیا تو ان پر مسلمانوں کی عظمت کا راز کھلا۔

یورپ سے وطن واپس آ کر ان کی شاعری کا رجحان بدل گیا اور وہ مسلمان قوم وملت کے گرویدہ ہو گئے۔اس وقت مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بہت سمجھدار اور باشعور ہو، حالات کا ادراک رکھتی ہو، اس وقت مسلم لیگ اپنی بساط کے مطابق یہ فریضہ انجام تو دے رہی تھی مگر ان کے پاس ایسی شخصیت نظر نہیں آتی تھی جو صحیح معنوں میں ان کی قیادت کر سکے۔قائد اعظم محمد علی جناح اس وقت کانگریس سے وابسطہ تھے۔اس وقت وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے داعی تھے اور نیشنلسٹ تھے جس کے باعث وہ کانگریس میں شامل تھے اور انھیں اس جماعت سے بڑی شدید دلچسپی پیدا ہو گئی اس ضمن میں ایس کے موجمدار اپنی کتاب ''جناح اور گاندھی'' میں لکھتے ہیں:

> ''جناح کو انڈین نیشنل کانگریس سے گہری دلچسپی ہو گئی اور ان میں اس کے تئیں شدید وفاداری پیدا ہو گئی۔ وفاداری کے اسی احساس کے تحت ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے قیام کے بعد وہ اس میں شامل نہیں ہوئے۔ برسوں بعد جب انھیں اس میں شرکت کے لیے قائل کیا گیا تو وہ صرف اس خیال کے تحت مسلم لیگ میں شامل ہوئے کہ وہ دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کے قریب لائیں گے اور آخر کار دونوں کو مدغم کر دیں گے۔ وہ اپنی کوششوں میں کس عمدگی سے کامیاب ہوئے اس کا اندازہ کانگریس اور لیگ کے درمیان ۱۹۱۶ء کے میثاق لکھنو سے ہوتا ہے جس میں دونوں عظیم اداروں میں عہد کیا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لئے مل کر کام کریں گے۔''(۱)

میثاق لکھنؤ کے بعد محمد علی جناح گاندھی کے رویے سے مایوس ہو چکے تھے۔انھوں نے کانگرسی رہنماؤں کے رویے کے سبب ۱۹۱۶ء میں کانگریس کو خیر باد کہہ دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ایس کے موجمدار اپنی کتاب ''جناح اور گاندھی'' میں لکھتے ہیں:

> ''گاندھی جی کانگرس اور لیگ کے درمیان میثاق لکھنو سے چند برس قبل ہندوستان لوٹ چکے تھے لیکن انھوں نے اس معاہدے اور ہندو مسلم اتحاد کیلئے جناح کی کوششوں میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ ان کا ذہن اپنے نظریات پر مرتکز تھا۔''(۲)

قائد اعظم جو ہندو مسلم اتحاد کے بڑے داعی تھے وہ گاندھی اور جواہر لال نہرو کی عدم دلچسپی کے سبب ان سے مایوس ہو چکے تھے۔اس ضمن میں عاشق حسین بٹالوی ''اقبال کے آخری دو سال'' میں

رقم طراز ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسٹر جناح انگلستان سے واپس آئے تھے ان کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ ۱۹۱۶ء کے میثاق لکھنو کی طرح کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان کوئی پائیدار مفاہمت ہو جائے تاکہ ہندو اور مسلمان مل کر استخلاص وطن کی جدوجہد میں حصّہ لے سکیں۔ لیکن اس ضمن میں انھیں سب سے زیادہ مایوسی پنڈت جواہر لال نہرو کی ضد اور تیز زبانی سے ہوئی۔''(۳)

نہرو رپورٹ کے جواب میں محمد علی جناح نے چودہ نکات پیش کیے۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔ جس کا بعد میں پاکستان نام رکھا گیا۔ ڈاکٹر عبدالقیوم نے اپنی نظم میں اقبال کی کاوشوں کو ان الفاظ میں سراہا:

اقبال پاکستان کا نقشہ بنا گیا
جو قوم سو رہی تھی اس کو جگا گیا
بھٹکی ہوئی تھی امت سب دیکھتا تھا وہ
پھر راہ مستقیم وہ سب کو دکھا گیا
گرما دیئے قلوب بھی اپنے کلام سے
اک نعرۂ توحید وہ ایسا لگا گیا(۴)

اقبال قائد کے سیاسی شعور کا بغور مطالعہ کرتے رہے اور خطوط کے ذریعے ان سے رابطہ کیا گیا۔ اقبال پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ محمد علی جناح میں مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کی مکمل صلاحیت موجود ہے۔ ڈاکٹر عبدالقیوم نے قائداعظم کے بارے میں ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا:

اقبال نے بے شک بنایا نقشہ پاکستان کا
قائداعظم ہی فقط معمار پاکستان تھا(۵)

اس موضوع پر ان سے بات چیت کرنے کیلئے اقبال نے خطوط کا سہارا لیا اور بالمشافہ ملاقات بھی کی۔ اقبال کے خطوط جناح کے نام میں ہی ۳ سے ص نمبر ۶ تک اہل علم و دانش کی آرا شامل کی گئی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر محمد صدیق شبلی اپنے رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''علامہ اقبال کے خطوط کا یہ مجموعہ ایک منفرد اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ خطوط ایسے وقت میں لکھے گئے جب ہندوستانی مسلمان اپنی تاریخ کے ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ اس فکری انتشار کے زمانے میں اقبال کی بصیرت نے منزل کی نشاندہی

کی۔ یہ خط قائداعظم محمد علی جناح کو لکھے گئے جنھوں نے اقبال کے
ساتھ اپنی ہم آہنگی کا ثبوت اپنے عمل سے دیا۔ ان دو عظیم راہبروں
کی فکری موافقت کی بدولت ہماری جدوجہد آزادی کامیابی سے ہم
کنار ہوئی۔'' (۶)

اقبال نے اپنے خطبہ الٰہ آباد میں بھی اپنے ان جذبات وخیالات کا اظہار کیا جو وہ قائداعظم کیلئے اپنے دل ودماغ میں رکھتے تھے۔ ''خطوط کے مباحث'' میں مرتب لکھتے ہیں:

''مسٹر جناح کو خدائے تعالٰی نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج
ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی۔ حاضرین میں
سے کسی نے پوچھا وہ خوبی کیا ہے۔ آپ نے انگریزی میں کہا He
is incorruptible and unpurchaseable نہ تو وہ
بدعنوان ہیں اور نہ انھیں خریدا جاسکتا ہے۔'' (۷)

اقبال مسلمانوں کی حالت زار پہ بہت دل گرفتہ تھے۔ مسلمانوں میں قیادت کا فقدان تھا، انھیں قائداعظم محمد علی جناح کے علاوہ کوئی اور ایسی ہستی نظر نہ آئی تھی جو اس طوفان میں سے مسلمانوں کی کشتی کو سنبھال کر کنارے پر لے آئے۔ ۲ جون ۱۹۳۷ء کو اقبال نے محمد علی جناح کے نام ایک خط لکھا، اس خط میں اقبال لکھتے ہیں:

''آپ بہت مصروف آدمی ہیں مگر مجھے توقع ہے کہ میرے بار بار خط
لکھنے کو آپ بارِ خاطر نہ خیال کریں گے۔ اس وقت جو طوفان شمال
مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا
ہے اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی
توقع کا حق رکھتی ہے۔'' (۸)

اپنی خوبصورت شخصیت اور کام سے لگن کی بدولت محمد علی جناح برصغیر کے تقریباً سبھی مسلمانوں کے لئے قابل قبول تھے۔ قدرت کی طرف سے ان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ان میں جوش وجذبہ اور ولولہ تھا اور وہ انتھک محنت کرنے والے تھے۔ وہ تحریک پاکستان کے سب سے اہم رکن بن گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کا فیصلہ کرلیا اور یہ فیصلہ ایسا خوش کن تھا جس کے نتائج بہت ہی شاندار نکلے۔ اس وقت کے مشہور شاعروں نے اپنے اشعار کے ذریعے آپ کی تعریف وتوصیف کی۔ سیماب اکبرآبادی اپنی ایک نظم میں کہتے ہیں:

ضو پاش و جلوہ بار ، ضیا پاش و ضو فگن
ملت کا آفتاب محمد علی جناح(۹)

محمد علی جناح بہادر، بے باک، نڈر اور سیاسی طور پر نہایت واضح نظریات رکھتے تھے۔ جونہی قائداعظم نے ہندوستان کے مسلمانوں کی قیادت سنبھالی کئی ایک مسلمان نوجوان جو پڑھے لکھے اور بڑے اچھے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، قائداعظم کے ساتھ چل پڑے۔ اخلاقی، مالی اور سیاسی حتیٰ کہ ہر طرح سے ان کے دست و بازو بن گئے۔ ان میں ایک اہم نام میاں بشیر احمد کا ہے۔ یہ ہستی باغبانپورہ لاہور کی میاں فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ میاں بشیر احمد قائداعظم محمد علی جناح کو بہت پسند کرتے تھے اور ہر ممکن طریقے سے قائد کی معاونت کرتے تھے۔ میاں بشیر مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور پارٹی کیلئے نظمیں بھی لکھتے تھے۔ قائداعظم کیلئے لکھی گئی ان کی نظم زبان زدِ عام ہوئی۔ اس نظم کا عنوان ہے ''محمد علی جناح''

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح
مد شکر پھر ہے گرم سفر اپنا کارواں
اور میر کارواں ہے محمد علی جناح(۱۰)

اقبال کو نظر آ رہا تھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی صحیح معنوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔ اس لیے وہ اس بات میں دلچسپی رکھتے تھے کہ اس پارٹی کو فعال اور مضبوط بنایا جائے تاکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اس کی مقبولیت ہو۔ اس وقت ان کے نزدیک پارٹی کی تنظیم نو کی اور اس کے آئین اور منشور میں تبدیلی کی ضرورت تھی اس کے لئے اقبال نے قائداعظم کو خطوط لکھے اور اس مسئلے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو اقبال نے قائداعظم کے نام ایک خط لکھا، اس خط میں وہ لکھتے ہیں:

> ''مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں جن تبدیلیوں کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا وہ آپ کے پیش نظر رہیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانان ہند کی نازک صورتحال کا آپ کو پورا پورا احساس ہے۔ مسلم لیگ کو آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بالائی طبقوں کی ایک جماعت بنی رہے گی یا مسلم جمہور کی جنھوں نے اب تک بعض معقول وجوہ کی بنا پر اس (مسلم لیگ) میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ کوئی سیاسی تنظیم جو عام مسلمانوں کی حالت سدھارنے کی ضامن نہ ہو۔ ہمارے عوام کیلئے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔''(۱۱)

مسلم لیگ کے دستور اور پروگرام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس وقت کا تقاضا یہ تھا کہ

جماعت کی تنظیم نو کی جائے۔قائداعظم نے ۱۹۳۶ء میں اس کام کا آغاز کیا۔ان کی کاوشوں کی بدولت مسلمانوں کے جو چھوٹے چھوٹے گروپ تھے ان کو وہ اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔پنجاب میں اقبال نے ان کی معاونت کی۔۲۳مئی ۱۹۳۶ء کو اقبال نے قائداعظم کے نام ایک خط لکھا، اس خط میں وہ لکھتے ہیں:

''مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ کا کام آگے بڑھ رہا ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ پنجاب کی جماعتیں بالخصوص احرار اور اتحاد ملت تھوڑی بہت نزع وکشمکش کے بعد آخر کار آپ کے ساتھ شریک ہو جائیں گی۔اتحاد ملت کے ایک سرگرم اور فعال رکن نے چند روز ہوئے مجھے یہی بتایا ہے۔''(۱۲)

۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات نے مسلمانوں پر ایک بات بالکل واضح کر دی کہ اقلیت میں ہونے کے سبب ہندو لیڈران کا کیا حال کرنے والے ہیں۔مسلمانوں کے درمیان آپس کے اختلافات نے بھی مسلمانوں کیلئے مشکلات پیدا کر دیں۔یونینسٹ اور مسلم لیگ کے لیڈران کی آپس میں نہ بنتی۔ان کے درمیان اختلافات کا باعث انگریز تھے۔ان سب مسائل کو اقبال گہری نظر سے دیکھ رہے تھے۔۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کا زیادہ فائدہ ہندوؤں کو ہوا۔اس کے بعد مسلمانوں کی حالت اور زیادہ پتلی ہوگئی۔آئے دن ہندو مسلم فسادات معمول بن گئے۔مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں بھی مسلمان، ہندوؤں کے ہاتھوں محفوظ نہ تھے۔۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو اقبال محمد علی جناح کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''نیا دستور کچھ اس قسم کا ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی مسلمانوں کو غیر مسلموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم وزارتیں کوئی مناسب کارروائی نہیں کر سکتیں بلکہ انھیں خود مسلمانوں سے ناانصافی برتنا پڑتی ہے تاکہ وہ لوگ جن پر وزارت کا انحصار ہے خوش رہ سکیں اور ظاہر کیا جا سکے کہ وزارت قطعی طور پر غیر جانبدار ہے۔۔۔۔مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیا دستور ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔''(۱۳)

۱۹۳۷ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں سرسکندر حیات جو پنجاب کے وزیر اعظم تھے اور یونینسٹ تھے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی پارٹی کے جو مسلم ممبران ہیں وہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہوں گے۔مگر سرسکندر حیات کو مزاحمت کا سامنا تھا۔ان کے ساتھی ذہنی طور پر اس وقت مسلم لیگ میں شامل ہونے کو تیار نہ تھے۔اس معاہدہ کا کوئی بہتر نتیجہ برآمد نہ ہوا۔اسی اثنا میں اقبال

نے سر سکندر حیات سے ایک ملاقات کی جس کے بعد انھوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کو ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں اقبال لکھتے ہیں:

''سر سکندر اور ان کے احباب سے متعدد گفتگوؤں کے بعد اب
میری قطعی رائے ہے کہ سر سکندر اس سے کم کسی چیز کے خواہش مند
نہیں کہ مسلم لیگ اور صوبائی پارلیمانی بورڈ پر ان کا مکمل قبضہ ہو۔
آپ کے ساتھ ان کے معاہدے میں یہ مذکور ہے کہ پارلیمانی بورڈ
کی نئے سرے سے تشکیل کی جائے گی اور اس میں یونیسنٹ پارٹی کو
اکثریت حاصل ہوگی۔''(۱۴)

کئی ایک معاملات پر محمد علی جناح اقبال سے متفق نہ تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ جب یونیسنٹ اپنے طور پر ان تجربات سے گزرے تو انھوں نے اقبال کی باتوں سے اتفاق کیا۔ بالآخر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار داد پاکستان پیش کر دی گئی۔ اس وقت اقبال حیات نہ تھے مگر اپنے مقاصد کے ذریعے وہ ان کے درمیان ہی تھے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی اور محمد علی جناح اس کے قائد تھے۔ ان کی مساعیٔ جمیل سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا نقشہ گلوب پر آ گیا۔ پاکستان کا خواب دیکھا اقبال نے اور اس کی تعبیر دیکھی قائد اعظم محمد علی جناح نے۔ اس ضمن میں ریاض احمد قادری لکھتے ہیں:

تعبیر لے کے آیا تھا شاعر کے خواب کی
اقبال ہی کے خواب کا فیضان دے گیا(۱۵)

مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کئی ایک معاملات وجہ تنازعہ تھے۔ ان میں ایک اردو ہندی کا جھگڑا بھی تھا۔ ہندو اگر ہندوستان کی ادبی تاریخ کا مطالعہ کر لیتے تو پھر اردو کی مخالفت نہ کرتے۔ اردو کی ترقی و ترویج میں ہندو ادیب اور شاعروں نے بھی حصہ ڈالا۔ آج وہ اپنے اسلاف کی اقدار کو چھوڑ کر صرف تعصب کی بنیاد پر اردو کی مخالفت کر رہے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد یہ جھگڑا ختم ہوا اور اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا۔ یہ زبان صدیوں کے لسانی روابط کی بنا پر وجود میں آئی۔ مسلمانوں کی تین اہم زبانوں، فارسی، ترکی اور عربی کے ملاپ سے اردو زبان نے تشکیل پائی۔ قائد اعظم اس بنا پر اردو زبان کو بہت پسند کرتے تھے۔ انگریزی لکھنا اور بولنا ان کی مجبوری تھی۔ سید انجم جعفری اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے ہر شہر میں رخت سفر، اردو
زبانیں اور بھی ہیں ملک میں انجم، مگر اردو!
تجھے اے قائد اعظم ارادت صرف اردو سے
کہ مجبوری تھی انگریزی، محبت صرف اردو سے(۱۶)

محسن ملت، محسن پاکستان کو سید انجم جعفری ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں:

فکر کے خالق عزم کے پیکر
شاعر مشرق ، قائداعظم
عشق کے مرکز ، عقل کے محور
شاعر مشرق ، قائداعظم
قوم کے ہادی ، قوم کے رہبر
شاعر مشرق ، قائداعظم (۱۷)

محسن ملت نے مسلم قوم کو ایک خواب دکھایا اور محسن پاکستان نے پاکستان کی صورت میں اس کی تعبیر پیش کردی۔ اس مشقت بھرے راستے کو انھوں نے بڑے صبر و تحمل سے طے کیا اور یوں اپنی منزل پالی۔ اقبال نے اپنے خوابوں کی تعبیر اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے مگر قائداعظم نے ان کے خواب کی تعبیر کو پا لیا۔ اسد ملتانی اپنی ایک نظم ''جناح اور اقبال'' میں لکھتے ہیں:

قائداعظم جونہی فردوس میں داخل ہوئے
حضرت اقبال آئے ان کے استقبال کو
قائد اعظم نے ملتے ہی بغل گیری کے بعد
کامیابی پر مبارکباد دی اقبال کو
سن کے یہ اقبال بولے ، آفریں ہو آپ پر
آپ ہی نے کر دکھایا حال میرے قال کو
میں نے تو ظاہر کیا تھا اک خیال اور آپ نے
جامہ تفصیل پہنایا مرے اجمال کو (۱۸)

قائداعظم محمد علی جناح نے دن رات محنت اور مشقت کر کے پاکستان حاصل کر لیا مگر اس کڑی محنت سے گزرنے کے بعد ان کی صحت ٹھیک نہ رہی۔ یوسف ظفر ان الفاظ میں قائداعظم محسن پاکستان کی عظمت کا اعترف کرتے ہیں:

تو مسیحا بھی ہے محسن بھی ہے ، ناموس وطن!
تو چراغ دل و جاں بھی ہے ، نقیب عظمت! (۱۹)

پاکستانی قوم اپنے محسن، اپنے رہنما کی قربانیوں کو سلام پیش کرتی ہے۔ انھوں نے ایک بلند مقام کے لیے اپنی صحت کی پرواہ نہ کی۔ انھوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان ایک اسلامی مملکت کے طور پر ابھر آیا۔ پرویز ساحر نے ان الفاظ میں قائداعظم کو سراہا:

ہے تیرا مقام آج بھی اس ملک میں بالا، صدا رفع واعلیٰ
دیتی ہے سلامی تجھے یہ قوم بہ ہر دم، اے قائد اعظم (۲۰)

قائداعظم نے پاکستان کے مسلمانوں پر جو احسان کیا ہے وہ بہت بڑا ہے، مگر آج پاکستانی حکمران اور قوم نے اس مقصد سے منہ موڑ لیا ہے جس کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا۔ قوم نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ یہ وطن کتنی قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا تھا۔ اور اس کے لیے کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔ قائداعظم نے اپنے فرامین میں کیا نصیحتیں کیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں ہم دنیا سے بہت پیچھے ہیں۔ ایک پاکستانی کا معیارِ زندگی بالکل نچلی سطح پر ہے۔ تعلیم کے شعبے میں ہم دنیا سے بہت پیچھے ہیں، صحت کے مسائل گھمبیر صورت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بہت سے نوجوان جنھوں نے جیسے تیسے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور کئی نوجوان جو ہنرمند ہیں، اپنے وطن سے مایوس ہو کر دوسرے ممالک کا رخ کر رہے ہیں تاکہ وہ وہاں روزگار حاصل کر سکیں۔ ان ممالک تک پہنچنا ان کی لیے آسان نہیں۔ اگر وہ وہاں پہنچ بھی جاتے ہیں تو ان کو وہاں کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک نئی دنیا اور ایک نیا کلچر اپنانا پڑتا ہے۔ دن رات جان توڑ محنت کے بعد وہ کچھ کمانے کے قابل ہوتے ہیں جس سے وہ اپنے گھر والوں کو بھی سپورٹ کرتے ہیں اور جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے اپنے اوپر بھی خرچ کرتے ہیں۔ یونہی ان کی زندگی دیارِ غیر میں گزر جاتی ہے، اپنوں سے دور۔

پاکستان بنانے کا پہلا مقصد یہ تھا کہ مسلمانون کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کوئی مشکل نہ رہے۔ مگر آج دیکھیے کیا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے آپس میں دست و گریبان ہیں۔ اس ملک کو بنانے کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس وقت مسلمان ہندوستان کے حکمران نہ رہے تھے اور اقلیت میں تھے۔ مسلمان اس وقت مالی بدحالی کا شکار تھے۔ ان کو یہ گمان تھا کہ علیحدہ مملکت حاصل کرنے کے بعد وہ معاشی طور پر خوشحال ہو جائیں گے مگر آج ۹۵ فیصد عوام معاشی طور پر بدحالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستان بنانے کا تیسرا مقصد یہ تھا کہ اس سے خطے کے مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی دور ہو سکے گی۔ وہ نئے نئے علوم سے روشناس ہونگے اور انھیں اعلیٰ تعلیم کے مواقع ملیں گے۔ تب وہ بہتر نوکری حاصل کر سکیں گے۔ اچھی اور بہترین تعلیم ان کو معاشرے کا مفید شہری بنا سکے گی۔ وہ مشرقی روایات کو اپنا کر اچھی زندگی گذار سکیں گے۔ مگر یہ صرف خواب ہی رہا۔ اس کی تعبیر ممکن نہ ہو سکی۔ آج پاکستان کو مذہبی اور لسانی تعصّبات کا سامنا ہے۔ دہشت گردی نے زندگی اجیرن کی ہوئی ہے۔ مہنگائی کے سیلاب نے عام فرد کی زندگی کافی مشکل بنا دی ہے۔ رشوت خوری اور اقربا پروری نے میرٹ کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ حکمرانوں نے عوام کا، ملک کا روپیہ پیسہ لوٹ کر اپنی تجوریاں بھر لی ہیں۔ اس وقت پاکستانی قوم غیرملکی قرضوں میں جکڑی پڑی ہے۔

حوالا جات

۱۔ الیس کے موجمدار، جناح اور گاندھی، مترجم: ثوبیہ طاہر، لاہور: سارنگ پبلی کیشنز، س ن، ص:۱۹

۲۔ ایضاً، ص:۱۹

۳۔ عاشق حسین بٹالوی، اقبال کے آخری دو سال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۸ء، ص:۳۵۵۔۳۵۴

۴۔ عبدالقیوم، حافظ، ڈاکٹر، غریبی میں نام پیدا کر، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص:۹

۵۔ ایضاً، ص:۱۰

۶۔ محمد جہانگیر عالم، ترتیب و تہذیب، اقبال کے خطوط جناح کے نام، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص:۴

۷۔ ایضاً، ص:۲۴

۸۔ ایضاً، ص:۷۳

۹۔ سیماب اکبر آبادی، محمد علی جناح، مشمولہ: آزادی کے ترانے، حصہ اوّل، لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۸۹ء، ص:۳۱

۱۰۔ بشیر احمد، میاں، محمد علی جناح، مشمولہ: ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح، مرتب: خورشید ربانی، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۰۶ء، ص:۳۴

۱۱۔ محمد جہانگیر عالم، اقبال کے خطوط جناح کے نام، ص:۷۰

۱۲۔ ایضاً، ص:۵۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۴۔ ایضاً، ص:۸۳

۱۵۔ ریاض احمد قادری، ہمارے قائداعظم، فیصل آباد: حسن پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص:۴

۱۶۔ انجم جعفری، سید، میر کارواں، ۱۹۸۵ء، ص:۱۳۴

۱۷۔ ایضاً، ص:۸۸

۱۸۔ اسد ملتانی، کلیات اسد ملتانی، مرتبہ: سید شوکت علی بخاری، سرائیکی ریسرچ سینٹر، ۲۰۰۴ء، ص:۱۲۹

۹۱۔ یوسف ظفر، کلیات یوسف ظفر، مرتبہ: تصدق حسین راجہ، اسلام آباد: روداد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۵۱۱

۲۰۔ پرویز ساحر، گل زخم، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۸۶

☆......☆......☆